مولانا محمد عمران ولی*

وصال و دید پر فانی نہ اترا......

26فروری 2014ء کی صبح فجر کی نماز کے بعد اتفاقاً آنکھ لگ گئی ،خواب میں بے انتہا رویا،اور جب بیدار ہوا تو لبوں پر بوجھل اور اداس دل کے ساتھ پشتو کا یہ مصرعہ جاری تھا:

پہ خوب اودہ اوخکے مِ راغلے　　　خدایہ څما پہ برخہ ئے سہ لیکلی دینہ

اسی سوچ اور فکر میں غلطاں کہ صوابی سے برادرم مولانا محمد شفیع صاحب کا ٹیلی فون آنے لگا ،اور لمحوں میں انہوں نے یہ روح فرسا خبر سنادی کہ ''فانی صاحب کا انتقال ہو چکا ہے''انالله و انا الیه راجعون بے اختیار لبوں پر مچل گیا:

مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کی جبین پر　　　مرقوم تیرا نام ہے کچھ ہو کے رہے گا

جامعہ حقانیہ کے سینئر استاذ ،ادیب ِلبیب،شاعر بے بدل،حضرت صدرالمدرسین کے لختِ جگر اور جانشین ،ہمارے مشفق ومحترم ومکرم حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی صاحب رحمہ اللہ کی یک لخت جدائی اور اچانک جانب ملکِ عدم روانگی کا سن کر مبہوت وحیرت زدہ رہ گیا ،تصور میں نہ تھا کہ اس قدر اچانک جدائی ہو جائیگی اور ہم حضرت فانی نور اللہ مرقدہ سے محروم ہو جائیں گے ،مگر فانی علیہ الرحمۃ نے خود ہی فرمادیا تھا:

وصال و دید پر فانی نہ اترا　　　یہ عرصہ مختصر ہے سوچ لینا

اور واقعی ایسا ہی ہوا،وصال کا عرصہ لمحوں میں ختم ہو گیا:

وصل کے دن بہت اداس تھا میں　　　آنے والی جدائی کا غم تھا

والدِ محترم حضرت مفتی محمد ولی درویش رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت فانی علیہ الرحمہ کا آپس میں دیرینہ تعلق اور قلبی محبت تھی اور یہ سلسلہ یقیناً جانبین سے تھا،دونوں حضرات اپنی ظرافتِ طبع ،بذلہ سنجی اور میدانِ شعر وشاعری کے منجھے ہوئے شہسوار ہونے کی وجہ سے یک جان و دو قالب تھے ،حضرت فانی صاحب کے تو کئی شعری مجموعے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو کر دادِ تحسین حاصل کر چکے ہیں ،اور نہ جانے کتنے ایسے مجموعے اور ہونگے جو انکی حیاتِ فانی

---

* بن مفتی محمد ولی درویشؒ ،استاد حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی۔

میں زیورِطبع سے آراستہ نہ ہوسکے، ع و کم حسرات فی بطون المقابر

جب کہ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کا شعری اور نادر پشتو غزلوں کا مجموعہ ابھی ابتدائی مراحل طے کررہا ہے، جس کے بارے میں والد صاحب نے خود فرمایا تھا:

پہ سلگو سلگو بہ جاڑی پرے درویشہ سوك چہ گوری دا پُرسوز دیوان زما

اوخکی ئے پہ مخ خورے ورے بہ زی اؤری اے درویشہ چہ گفتن زما

کاش ''دردِ پنہاں کا یہ مقفل خزینہ'' بھی حضرت والد صاحب کے دیرینہ اور قلبی وجگری دوست حضرت فانی صاحب کی حیاتِ مستعار میں چھپ کر منظرِ عام پر آجاتا مگر:

زما اؤ ستا چہ پرے وعدہ وہ بیگا پہ هغه زائے کی اور اولگیدنه

ما کل ما یتمنی المرء یدرکه تجری الریاح بما لا تشتهی السفن

حضرت والدمحترم رحمہ اللہ کے سانحۂ ارتحال کے بعد بندہ کا تقریباً 14 سال حضرت فانی صاحب سے خط وکتابت اور بذریعۂ ٹیلی فون رابطہ رہا مگر شومئی قسمت کہ مجھے ان کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل نہ ہوسکا، فآھا ثم آھا ثم آھا۔

نن بیاد ڈیرے بے وسۂ پہ ژبہ څما دَ عمر حسرتونہ خاندی

بندہ کا زمانۂ طالب علمی سے حضرت فانی علیہ الرحمۃ سے خط وکتاب کا سلسلہ جاری تھا اور باقاعدہ ان کی طرف سے محبتوں اور شفقتوں بھرا محبت نامہ بصورتِ جوابِ آں غزل موصول ہوتا تھا، چونکہ حضرت والدمحترم کی وفات کے فوراًبعد سے یہ سلسلہ جاری ہوا تھا تو ان کے خطوط اور جوابی گلدستے باعثِ تسکینِ قلبِ جریح اور تشجیع وتسلی کا سبب بنتے: ع: آہ ! کتنے حسین خواب تھے سوچا کریں گے ہم

جب بھی انکا گلدستہ ءخط وصول پاتا تو لبوں پر اپنے والد رحمہ اللہ کی غزل کا یہ مصرع رقصاں ہوجاتا:

ستا دَ وصل تحفه ماله دَ صبا پہ لاس بیا راغلہ لیکن گورہ سہ کم نہ وؤ لا غمونہ پخوانی

سالِ عیسوی 2008ء کے بالکل آخری دن یعنی 31 دسمبر کو بوقت عشاء پہلی بار ان سے ٹیلی فون پر گفتگو کا شرف حاصل ہوا، بہت ہی مسرور ہوئے، دعاؤں سے نوازا، اور جب ٹیلی فون کا سلسلہ بڑھا اور خط وکتابت معدوم ہوتا گیا تو بہت ہی شفقتوں سے کئی بار ٹیلی فون پر فرمایا کہ آپ کے خطوط آنا کیوں بند ہوگئے؟ یہ ان کی شفقت تھی کیونکہ فون پر اتنی طویل باتیں نہ ہوتیں مگر خط وکتابت میں کافی امور پر تبصرہ وتجزیہ سامنے آجاتا اور بندہ ان سے راہنمائی حاصل کرتا، افسوس کہ آج وہ صاحبِ قلم اور مشفق ومہربان نہ رہا۔

جانانه لاړی آسمانی شوے آسمان چه زمکے له رازی قیامت به وینه

غالباً یہ 2008ء ہی کی بات ہے، ایک موقع پر بندہ نے عرض کیا کہ حضرت! والد صاحب رحمہ اللہ کی سوانحِ حیات پر کام شروع کردیا ہے، خصوصی دعا فرمائیں اور راہنمائی بھی فرمائیں!، تو حضرت فانی علیہ الرحمۃ نے فوراً فرمایا کہ اس کام کو جاری رکھنا اور تعطل کا شکار مت ہونے دینا ورنہ یہ کام پسِ منظر میں چلا جائیگا۔

ع قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

ایسا ہی ہوا کہ یہ کام تعطل کا شکار ہوا، اور اب حضرت فانی علیہ الرحمۃ کی جدائی کے بعد بوجھل دل، اداس حسرتوں، غمگین یادوں اور پُرنم آنکھوں کے ساتھ دوبارہ اس کام کا آغاز کردیا ہے، مگر ایک تنہائی کا احساس ہورہا ہے، جابجا ان سے راہنمائی، قدم بقدم اِن امور میں ان سے استشارے سوچتا ہوں تو بے ساختہ پکار اٹھتا ہوں

زړه مِ دا ستا خبری غواړی لکه دَ لَلمے غنم غواړی بارانونه

ستا دَ راتلو په انتظار انتظار ځما په سترګو کی ګلونه خاندی

جب میرے والدِ محترم رحمہ اللہ نے 19 اگست 1999ء کو قندھار افغانستان میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا تو انکے چلے جانے کے بعد ان کے کتب خانہ میں موجود بعض کتب مثلاً ''حیاتِ صدر المدرسین، افاداتِ حلیم، حیاتِ شیخ القرآن، بے شان غم'' وغیرہ نظروں سے گزریں اور ان پر حضرت فانی علیہ الرحمۃ کے دستِ مبارک سے درج کلماتِ ھدیہ کی وجہ سے حضرت فانی علیہ الرحمۃ سے رابطہ ہوا، اور افسوس کہ یہ سلسلہ اور رابطہ غائبانہ ہی رہا جس کا قلق مدتوں تو کیا مرتے دم تک رہے گا:

په تور لحد کی مِ رنړا شوه چه پام مِ او کړو د زړه داغ مِ بلیدنه

آج جامعہ علوم اسلامیہ کے دفتر محاسب میں حضرت فانی علیہ الرحمہ کے برادرِ نسبتی حضرت مولانا مفتی شکور احمد صاحب مدظلہ نے اطلاع دی کہ حضرت فانی علیہ الرحمۃ پر ''الحق'' خاص نمبر شایع ہورہا ہے، جی ہاں وہی ''الحق''، جس میں حضرت فانی علیہ الرحمۃ کے قلم مبارک سے کل تک دوسروں کے مراثی باصرہ نواز ہوتے تھے، آج انہی کا مرثیہ خوان ہے۔

داغِ فراق، حسرتِ وصل، آرزوئے شوق میں ساتھ زیرِ خاک بھی ہنگامہ لے گیا

ہمیں بھی یاد رکھنا جب لکھیں تاریخ گلشن میں کہ ہم نے بھی لُٹایا ہے چمن میں آشیاں اپنا

بچپن سے پچپن تک وہ اپنی مادرِ علمی جامعہ حقانیہ میں موجود رہے، اپنے والدِ گرامی کے مشن کو جاری رکھا، تشنگانِ علوم کی سیرابی کی، اور یہی خدمتِ عالیہ کرتے کرتے راہیٔ خلدِ بریں ہوئے۔

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئینِ گلستاں میں　　ہمیں بھی یاد کرلینا چمن میں جب بہار آئے

یقیناً ایک کامیاب مدرس، کامل صاحبِ فن، علم کا بحرِ مواج، تقریباً پانچ زبانوں میں قادرالکلام شاعر بے بدل کی جدائی ایک عظیم قومی سانحہ اور ''بے شانِ غم'' ہے، بے شک یہ زمانہ بہت سوں کو رویا ہے اور نہ جانے کتنے ناموروں کو روئے گا:

ہمارے بعد کہاں یہ وفا کے ہنگامے　　کوئی کہاں سے ہمارا جواب لائے گا

اللہ تعالیٰ حضرت فانی علیہ الرحمۃ کے درجات عالیہ کو بلند فرمائے، ان کے ادھورے علمی کاموں کی تکمیل کا غیب سے بندوبست فرمائے، ان کی رحلت سے پیدا شدہ خلاء کو پر فرمائے، اور ان کی قبر کو جنت الفردوس کا باغ بنادے، اور انکی اولاد کو انکا صحیح جانشین بنائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہم تو ان کا آخری دیدار بھی نہ کرسکے، اور نہ ہی جنازہ میں شرکت کی سعادت ملی، بس یہی کہیں گے:

شرمندہ اُم ازانکہ دریں تعزیت مرا　　فرصت نہ شد کہ خدمتِ آں آستاں کنم
امابعد زخواہی ایں شعلہائے آہ　　قندیل وارِ جانبِ قبرش رواں کنم

اور بقولِ فانی:

ننگ اؤ په پختو اؤ په ایمان چه سرفروشه وئو　　ټول هغه خاغلی نن دَ گور میلمانه شوی دی
کړه دبیلتون چغی مِ یاران فانیؔ خواره واره　　سه دی په یورپ سه په بل لور میلمانه شوی دی

یہ چند سطور بے ساختہ زیرِ قلم آگئے، وگرنہ دل میں یادوں کا ایک تلاطم بپا ہے، ایک طوفانِ غم موجزن ہے، کیونکہ:

اضافت چه دی دَ مینی راته اوشو
زائے په زائے دَ غم صیغی شوے را مضاف

''سازِ دلِ ناساز'' کو چھیڑنے کا یارا اور ہمت نہیں۔

اب یہ بھی نہیں ٹھیک کہ ہر درد مٹادیں
کچھ درد کلیجے سے لگانے کے لیے ہیں

دَ بیلتانه په جزیرو کی　　ناست په ایرو کی　　جڑا تا پسے کؤومه
بادِ صبا دغه یو سوال خو دَ درویش اومنه
زما له لورے یی خواره کڑه په مزار گلونه